

تحفہ عیدِ میلاد

سلسلہ اشاعت نمبر ۱۵

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أَسْوَةٌ حَسَنَةٌ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان قیادت

(روحانی لیڈر اور مادی لیڈر کی قیادت میں فرق)

از افادات

حضرت مولینا محمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ
مفسر قرآن بزبان انگریزی و اردو

الناشر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (لاہور) ہند
جامع احمدیہ ، قلمدان پورہ ، سرینگر ، کشمیر - ۱۹۰۰۲

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

'Anhzrat ki Azeemush-shan Qiyaadt (The Glorious Leadership of The Prophet Muhammad SAW) by Maulana Muhammad Ali Lahori

نام کتاب : آنحضرت ﷺ کی عظیم الشان قیادت
مؤلف : حضرت مولانا محمد علی لاہوری

سن اشاعت : 2001

الناشر

اے۔ اے۔ آئی۔ آئی (لاہور) بھارت
قلمدان پورہ، سریگنگر کشمیر - ۱۹۰۰۰۲

ملنے کا پتہ

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام (لاہور) بھارت
پاکٹ ایل۔ جنتانیشن 25/A گراونڈ فلور
دلشاد گارڈن۔ نئی دہلی ۱۱۰۰۹۵

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام (لاہور) بھارت
مسجد پیر مٹھا۔ جموں توی -

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ
أَنْخَضَرَ عَلَيْهِ الْمَسَاءُ كَمْ عَظِيمٍ الشَّانِ قِيادٌ

(روحانی لیدر اور مادی لیدر کی قیادت میں فرق)

(خطبہ جمعہ ، مورخہ ۵ جولائی ۱۹۳۶ء)

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ
وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (سورہ الاٰحزاب ۲۳ آیہ ۲۱)
ترجمہ - یقیناً تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے رسول میں ایک نیک نمونہ ہے۔ اُس
کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہے ، اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد
کرتا ہے ۔

انسانی نظام اور لیدر

انسانی نظام کی بنیاد ہی کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ یہ کسی لیدر ، کسی
رہنمَا کا محتاج ہے ۔ ایسے لیدر اور رہنمَا دُنیا کی ہر قوم میں ، ہر ملک میں ، ہر

زمانہ میں نظر آتے ہیں ۔ چاہے گذشتہ تاریخ کو اٹھا کر دیکھ لو ، چاہے آج اس زمانہ کی حالت کو دیکھ لو ۔ ان کے اندر خدا نے اس قدر طاقت رکھی ہوئی ہے کہ ایک دنیا کو اپنے پیچھے لگا لیتے ہیں ۔ ہماری آنکھوں کے سامنے ہنر نے جرمن قوم کو اس طرح مسحور کیا کہ وہ آنکھیں بند کر کے اس کے پیچھے لگ گئی ، گو آخر کار اس لیدر کی بدولت وہ تباہی کے اتحاد گڑھے میں جا پیچی ۔ مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اس کے اندر کوئی زبردست قوت تھی جس کہ وجہ سے جرمن قوم اس کے پیچھے لگ گئی ۔ شاہزادے نے اپنی جگہ ایک قوم کو اپنے پیچھے لگایا ہوا ہے اس کے اندر بھی یقیناً کوئی زبردست قوت موجود ہے ۔ گو اس قوم کا انجام کیا ہوگا اس کو کوئی نہیں جانتا ۔ (یہ انجام بھی تاریخ کا حصہ بن چکا ہے ۔ مرتب)

حضرت نبی کریم ﷺ کی پیروی کے شاندار نتائج

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ تمہارے لیے ہم نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا لیدر ، ایسا رہنما بنا کر بھیجا ہے جس کی پیروی سے تم خوبیوں کے مالک ہو جاؤ گے ۔ وہ تمہیں نقصان اور بر بادی اور ہلاکت کی طرف نہیں لے جائیگا ۔ اگر تم اس کے پیچے چلو گے تو وہ تمہارے اندر کمالات پیدا کر دے گا ۔ یہ بڑا بھاری دعویٰ ہے ۔ جو شخص اپنی زبردست قوت سے قوم کو اپنے پیچھے لگا لیتا ہے وہ بعض وقت قوم کو تباہی اور بر بادی کی طرف لے جاتا ہے ۔ اور بعض وقت اچھی باتوں اور کامیابی کی طرف لے جاتا ہے ۔ تو جو رہنما اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دیا ہے اس کے متعلق سب سے پہلے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ تمہیں ہلاکت سے بچائے گا اور عظیم

الشان خوبیوں کا مالک بنا دے گا ۔ اور یہ دعویٰ ایسا تھا جو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی پورا ہو گیا۔ کس پست مقام سے آپؐ نے اپنی قوم کو اٹھایا اور کس بلند مقام پر پہنچایا کہ نہ ان کی پستی کی کوئی دوسری نظیر دنیا میں ملتی ہے نہ ان کی حاصل کردہ بلندی کی ہی نظیر دنیا میں نظر آتی ہے ۔ پر لے درجہ کی جاہل اور وحشی قوم ۔ ایک ذلیل اور حکوم قوم ، آپس میں لڑنے جھگڑنے والی قوم ، فتن و فجور میں مبتلا قوم کو اعلیٰ درجہ کے علوم اور تہذیب کا مالک ، دنیا کا فاتح ، اپنے اتحاد اور یگانگت میں بے نظیر ، یمنی اور تقویٰ میں ، خدمتِ خلق میں دنیا کا معلم بنادیا ۔

طوفانی لیدروں کا انجام

اور پھر کمال یہ کہ یہ صرف اپنی زندگی تک ہی نہیں کیا بلکہ صدیوں تک آپؐ کی قوم ترقی کرتی چلی گئی ۔ بعض طوفانی لیدر اس قسم کے ہوتے ہیں کہ آج دنیا میں ان کا شور اور غلغله ہے تو کل اپنی زندگی میں ہی یا پھر موت کے بعد پستی میں جا پہنچتے ہیں ۔ اور ان کی قوم آج ان کی زندگی میں اوج ترقی پر پہنچ گئی ہے تو کل ان کے ختم ہونے کے ساتھ ہی اس قوم کی ترقی بھی پستی میں تبدیل ہو جاتی ہے ۔

مسلمانوں کا عروج و زوال

مگر رسول اللہ ﷺ وہ رہنما ہیں جن کے بعد بھی آپؐ کی قوم صدیوں تک ترقی ہی کرتی چلی گئی ، اور ایک رنگ میں آج بھی ترقی کرتی چلی جا رہی ہے ۔ ہاں جب تک اس قوم نے آپؐ کی پیروی کو خود نہیں چھوڑ دیا اس کا قدم دنیا میں ہر طرح آگے ہی آگے تھا ۔ مسلمان قوم بھی بالآخر پستی کی

طرف آئی مگر کب ؟ جب رسول اللہ ﷺ کو اپنا رہنمای سمجھنے کی بجائے دوسروں کو رہنمای سمجھ لیا ۔ حتیٰ کہ اس زمانہ میں آکر مسلمان قوم دجال (یعنی یورپین اقوام) کو اپنا رہنمای بنائے بیٹھی ہے ۔ گو منہ پر رسول اللہ ﷺ کا نام ہے مگر رہنمائی کا مقام یورپ کو دیا ہوا ہے ۔ بہر حال دوسرا لیڈر نہ تو اپنی قوم کو اتنے بلند مقام پر پہنچا سکا جس پر رسول اللہ ﷺ نے پہنچایا ۔ نہ اتنی صدیوں تک کوئی اپنی قوم کو اس قدر بلند مقام پر رکھ سکا ۔ یہ دونوں باتیں آیت قرآنی لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (یقیناً تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے رسولؐ میں ایک نیک نمونہ ہے۔) کی صداقت کو روز روشن کی طرح ثابت کرتی ہیں ۔

روحانی لیڈر اور مادی لیڈر

مگر یہاں قابل غور ایک اور امر ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا ۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي مُحَمَّدٍ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ بلکہ یوں فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ حالانکہ جب کسی شخص کی لیڈری یا رہنمائی کا ذکر کیا جائے تو وہ اس کا نام لیکر ہی ہونا چاہیے ۔ اس کے نیچے ایک عظیم الشان حقیقت ہے ۔ محمدؐ تو ایک انسان ہیں جو دنیا میں پیدا ہوئے اور اس قابل تھے کہ دنیا کے لیڈر اور رہنمای بنتے ، مگر رسول اللہ ہونا ایک مرتبہ ہے جو خدا نے آپؐ کو دیا ۔ تو آپؐ کی حیثیت ایک دُنیاوی رہنمای کی نہ رہی بلکہ آپؐ ایک اخلاقی اور روحانی رہنمای بھی بن گئے ۔ اور یہ وہ مقام ہے جو دُنیاوی

رہنماؤں کو کبھی حاصل نہیں ہوتا۔ جو لیڈر آپ کو دنیا میں نظر آئے گا اس کا کمال صرف یہی ہو گا کہ دُنیوی رنگ میں اپنی قوم کو ایک بلند مقام پر پہنچا دے گا۔ اخلاقی اور روحانی رنگ میں بسا اوقات وہ خود بھی گرا ہوا ہو گا۔ اور اخلاقی یا روحانی انقلاب تو دنیا میں وہ کبھی پیدا ہی نہیں کر سکتا۔ اس کی ایک بھی مثال نہیں کہ دنیا میں کسی لیڈر یا رہنماء نے جو خدا کی طرف سے نہیں آیا کبھی کوئی اخلاقی یا روحانی انقلاب بھی پیدا کیا ہو۔ ان کے مد نظر صرف دنیا ہوتی ہے اور دنیا تک ہی ان کی نظریں محدود ہوتی ہیں۔ وہ بے شک اپنی قوم کو بلند مقام پر پہنچاتے ہیں۔ مگر وہ صرف دُنیوی طور پر بلند مقام ہوتا ہے۔ اور اخلاقی و روحانی طور پر وہ بعض وقت اپنی قوم کو اور بھی نیچے گرا دیتے ہیں۔ مثلاً نے دُنیوی رنگ میں کتنا بڑا کام کیا، مگر وہ بڑا کام صرف انسان کی جسمانی ضروریات تک محدود ہے۔ روئی تک محدود ہے۔ اخلاقی رنگ میں اور روحانی رنگ میں اس نے اپنی قوم کو اور بھی نیچے گرا دیا ہے۔ کیونکہ تھوڑا بہت جو لوگ خدا کا نام لیتے تھے وہ بھی باقی نہ رہا، اور اباحت اور فشق و فجور کے دروازے کھل گئے۔

حضرت نبی کریم ﷺ کی دو حیثیتیں

تو آنحضرت ﷺ کی دو حیثیتیں ہیں اور دونوں حیثیتوں میں آپ ایک زبردست رہنا نظر آتے ہیں۔ پہلی حیثیت محمد ہونے کی حیثیت ہے۔ اس وقت بھی آپ کو اپنی قوم کی ضرور فکر تھی مگر صرف ان کے جسمانی

ضروریات کے لحاظ سے ۔ دوسری حیثیت رسول اللہ ہونے کی حیثیت ہے جس میں آپ کی اس فکر کے ساتھ ایک دوسری فکر کا اضافہ ہوا ، اور وہ فکر تھی نہ صرف عرب کی اخلاقی اور روحانی حالت کی بلکہ ساری دنیا کی اخلاقی اور روحانی حالت کی ۔

رسالت سے پہلے آنحضرت ﷺ کی حیثیت

رسالت سے پہلے بھی آپ کو ایک ممتاز حیثیت حاصل تھی اور وہ حیثیت کیا تھی ؟ اس کا پتہ آپ کے اسرار کی سب سے زیادہ واقف حضرت خدیجہؓ سے ملتا ہے ۔ جب آپ کو رسالت کا پیغام ملتا ہے اور دُنیا کی اخلاقی اور روحانی حالت کو درست کرنے کے لئے آپ کو کھڑا کیا جاتا ہے ، تو آپ اس عظیم الشان ذمہ داری سے کانپ اٹھتے ہیں ۔ اور کانپتے کانپتے گھر پہنچتے ہیں ۔ اخلاقی اور روحانی اصلاح اور وہ بھی صرف اپنی قوم کی نہیں بلکہ سارے عالم کی ۔ اتنی بڑی ذمہ داری کا کام ۔ دل میں یہ خیال گزرتا ہے میں اس کام کو کس طرح کر سکتا ہوں ۔ انسان تو یہ کر سکتا ہے کہ دُنیوی رنگ میں ایک قوم کو بلند مقام پر پہنچا دے ، مگر اخلاقی اور روحانی انقلاب پیدا کرنا یہ تو انسان کے بس کی بات نہیں ۔ آدمی کی اخلاقی اصلاح کا یہ عالم ہے کہ اپنے بیٹے کی اخلاقی اصلاح باپ نہیں کر سکتا ۔ ساری قوم کی اخلاقی اور روحانی اصلاح ، نہیں ! عرب و عجم کی اخلاقی اور روحانی اصلاح ۔۔۔ یہ اتنا بڑا کام تھا کی حضرت محمد ﷺ جیسا عظیم الشان انسان بھی کانپ اٹھتا ہے ۔ آپ

کانپ اٹھے اور وہ کوئی فرضی کا نپنا نہ تھا۔ انسان بعض وقت کہہ دینا ہے کہ میں فلاں بات کو دیکھکر کانپ اٹھا، اور وہ ایسی کلپکاہت تھی کہ دیر تک گھر میں کپڑا اوڑھے لیئے رہے، تب جا کے وہ کلپکاہت دور ہوئی اور طبیعت میں سکون پیدا ہوا۔ تو اپنی حرم راز سے کہا لَقَدْ خَشِيتُ عَلَىٰ نَفْسِي۔ میں ڈرتا ہوں کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا اتنی بڑی ذمہ داری کس طرح اٹھا سکوں گا؟

یہاں پر حضرت خدیجہؓ نے جو فرمایا وہ رسول اللہؐ کی نہیں بلکہ محمد ﷺ کی زندگی کا مرقع ہے۔ فرماتی ہیں، اور پانچ چھوٹے چھوٹے فقروں میں بتا دیا کہ محمدؐ اب تک کیا کرتے رہے ہیں

(۱) إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحْمَةَ

(۲) وَتَحْمِلُ الْكَلَّ

(۳) وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ

(۴) وَتَقْرِي الصَّيْفَ

(۵) وَتَعِينُ عَلَىٰ نَوَّاَبِ الْحَقِّ (البخاری ۱: ۳)

ہر ایک احمدی یہ فقرے حفظ کرے

میں چاہتا ہوں کہ یہ فقرے ہر ایک احمدی، ہر ایک مسلمان حفظ کرے اور ان کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھ لے۔ کیونکہ ان پانچ فقروں میں حضرت خدیجہؓ نے کمال انسانی کی حقیقی صفات کو جمع کر دیا ہے۔ اور اسی لئے

ان باتوں کا نتیجہ آپ نے یہ بتایا : ﴿كَلَّا وَاللَّهِ مَا يُخْرِيْكَ اللَّهُ أَبْدَأَ لِيْمَنِيْ آپُ كُو
اللَّهُ تَعَالَى كُبْحِي رَسُوا نَهْيِنَ كَرَے گَا ، كَبْحِي نَاكَامَ نَهْيِنَ كَرَے گَا۔ آپُ نے تو
اِيك رنگ میں پہلے ہی کمال حاصل کیا ہوا ہے تبھی خدا نے آپُ کو ایک
دوسرے کمال کی طرف بلایا ہے - دُنیوی رنگ میں ہمدردی مخلوق جہاں تک
انسان کر سکتا ہے اس پر آپُ کی چالیس سالہ زندگی گواہ ہے۔ آپُ کی سب
سے بڑی رازدان بیوی گواہ ہے، وہ بیوی جو اپنے خاوند کی تمام کمزوریوں سے
واقف ہوتی ہے۔ اسے بھی سوائے کمالات کے آپُ کے اندر کچھ نظر نہیں
آتا۔ تو گویا حضرت خدیجہؓ کا استدلال یہ تھا کہ جس انسان نے اپنی قوم کی
دُنیوی اصلاح کو کمال تک پہنچایا ہوا ہے وہ اب ان کی دینی اور اخلاقی اصلاح
کو بھی کمال تک پہنچا دے گا، اس لیے کہ خدا اسے اس مقام پر کھڑا کر
رہا ہے -

آنحضرت ﷺ کے پانچ کمالات

وہ پانچ کمالات کیا ہیں؟ اول إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّاحِمَ، صلہ رحمی -
یعنی قریبیوں کے حقوق ادا کرنا۔ سب سے زیادہ تعلق تو انسان کو اپنے
قریبیوں سے ہی پڑتا ہے۔ اور سب سے زیادہ جھگڑے بھی قریبیوں سے پیدا
ہوتے ہیں۔ انسان کو اگر کسی کی گردان مروڑنے کا موقعہ ملتا ہے، کسی کا
حق دبانے کا موقعہ ملتا ہے تو سب سے پہلے قریبیوں کا ہی ہوتا ہے۔ بلکہ سب
سے پہلے بھائی بھائی کے حق کو دباتا ہے۔ کہ اپنے نفع کی خاطر اسی کو نقصان

پہنچاتا ہے۔ مگر آپ نے اپنے کسی قریبی کا حق کبھی نہیں دبایا، کسی کو لفظان نہیں پہنچایا، جب موقعہ ملا قریبی کی خدمت کی۔ دوم وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، ناتوانوں کا بوجھ اٹھانا۔ اس میں غریب، یتیم، بیوہ، بیکس۔۔۔ سب کی امداد آجاتی ہے۔ اس میں بیمار کی خبر گیری بھی آجاتی ہے۔ اس میں بچوں اور نوجوانوں کی خبر گیری بھی آجاتی ہے۔ دنیا کی لیڈری اور رہنمائی کا سب سے بلند مقام انہی لوگوں کو حاصل ہے جو ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ یوں تو آج ننانوے نہیں تو پیچانوے فی صدی لیڈر ایسے ہونگے جن کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اپنا پیش بھریں، مظلوم اور ناتواں پیشک جہنم میں جائیں۔ مگر بعض بے نفس بندوں کو بھی خدا لیڈر بناتا ہے، تو ان کا سب سے پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ طاقتوں کے، مالداروں کے آگے جھکنے کی بجائے ناتوانوں کی فکر کریں۔ سوم وَتَكْسِيبُ الْمَعْدُومَ، یعنی جن کے پاس کچھ نہیں ان کو کما کر دینا۔ انسان مال کمائے اور اپنے نفس پر نہیں ان ناداروں پر خرچ کرے جو کما نہیں سکتے۔ یہ ہمدردی انسانی کے رنگ میں انسان کا کمال ہے۔ چہارم وَتَقْرِي الصَّيْفَ یعنی مہمان نوازی، یہ خلق تو آج دنیا میں مفقود ہے۔ پنجم وَتَعِينُ عَلَى نَوَّائِبِ الْحَقِّ یعنی حداثات میں حق کی امداد کرنا۔ قضا و قدر کی طرف سے جو بعض مصائب لوگوں پر آ جاتے ہیں ان میں حق کی امداد کرنا۔ بعض تکلیفیں انسان پر اس کے ظلم و ستم کی سزا کے طور پر آتی ہیں۔ بعض اس کی تربیت کے لئے آتی ہیں۔

آپ صرف حق کے حامی اور مددگار تھے۔ دوسری روایت میں ایک اور صفت کا بھی ذکر ملتا ہے و تصدق الحدیث، ہمیشہ کچی بات کہتے ہیں۔ ڈینیوی لیدروں کی طرح جھوٹ بول کر کام نہیں نکالتے، اور جو کہیں اُسے سچ کر دکھاتے ہیں۔ کسی سے جھوٹا وعدہ نہیں کرتے۔ صداقت آپ کا وہ نمایاں جو ہر تھا جس کے سامنے دشمنوں کو بھی سر جھکانا پڑتا تھا۔

رسالت سے قبل ہمدردی انسانی کا کمال

تو معلوم ہوا رسالت سے پہلے محمد ﷺ ہمدردی انسانی کے کمال کو حاصل کر چکے تھے۔ ایک رہنمای کے اندر جو بہتر سے بہتر صفات ہونی چاہئیں وہ آپ میں سب موجود تھیں۔ ایک ڈینیوی رہنمای اس مقام تک پہنچ کر، وہ بھی اگر کسی کو فی الواقع وہاں تک پہنچنا نصیب ہو، یہ سمجھتا ہے کہ اس نے جو کچھ کرنا تھا کر لیا۔ تو یہ کمال حضرت محمد ﷺ کو رسالت سے پہلے حاصل تھا۔ اب رسول اللہ ﷺ ہونے کا مرتبہ اس سے بلند تر ہے۔ اس میں ہمدردی صرف خلقِ خدا کی جسمانی ضروریات تک محدود نہیں رہتی بلکہ ان کی اخلاقی اور روحانی ضروریات کو پورا کرنے کی فکر ہوتی ہے۔ اور سب سے بلند ہی فکر ہوتی ہے۔ آج لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نے بیماروں کے لئے ایک ہسپتال بنایا، ایک خیرات خانہ قائم کر دیا، ایک سکول یا ایک کالج بنایا، اس سے بڑھ کر انسان دوسرے انسان کے لیے اور کیا کر سکتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ کو جو یہ سب کمال حاصل کر چکے تھے رسالت کے مقام پر

کھڑا کر کے اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ انسان کی سب سے بڑی ہمدردی وہ ہے جو اس کی اخلاقی اور روحانی اصلاح سے تعلق رکھتی ہے۔

اعلانے کلمة الحق کا بلند مقام

آج بھی اگر ہمارا ایمان اس آیت پر ہو لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أَسْوَةٌ حَسَنَةٌ تو ہمیں سمجھ آجائے گا کہ قرآن کا دنیا میں پہنچانا، اسلام کی طرف لوگوں کو دعوت دینا، ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا۔ ان کے اندر روحانیت کا جذبہ پیدا کرنا یہ وہ مقام ہے جس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے بلایا۔ اگر ہم یہ کام نہیں کرتے تو دوسرے کام تو دُنیا دار بھی کرتے ہیں۔ کیا ہندوؤں اور عیسائیوں میں ہمدردی کا جذبہ نہیں؟ کیا ذہریوں میں ہمدردی کا جذبہ نہیں؟ ان کے ہاں شفاخانے نہیں؟ کانج نہیں؟ یتیم خانے نہیں؟ اگر ہم نے اپنی ہمت اور قوت کو ان باتوں تک محدود کر دیا ہے کہ کسی غریب کی امداد ہو جائے، کسی بیمار کی خبر گیری ہو جائے تو حالانکہ یہ بہت ہی اچھے کام ہیں، مگر اس مقام پر نہیں پہنچاتے جس کا ذکر لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أَسْوَةٌ حَسَنَةٌ میں ہے۔

جو مقدم کو مقدم نہیں کرتا وہ گھٹے میں ہے

رسول اللہ بن کر حضرت محمد ﷺ کی ساری قوت اس بات پر لگ آئی کہ خدا کا پیغام دنیا کو پہنچایا جائے۔ خدا سے تعلق پیدا کیا جائے۔ اور یہاں یہ حالت ہے کہ کسی کو کہا جائے کہ تبلیغ اسلام کے لئے چندہ آپ

نہیں دیتے یا اتنا تھوڑا کیوں دیتے ہیں ۔ تو جواب ہوتا ہے کہ ہم فلاں غریب کی امداد کرتے ہیں ، ہم کو فلاں عزیز کا خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے ۔ یہ سب اچھے کام ہیں، لیکن جو مقدم کو مقدم نہیں کرتا وہ گھانٹے میں ہے ۔ شاید وہ حضرت محمد ﷺ کے اسوہ کی پیروی کرتا ہو۔ حالانکہ یہ کام وہ بھی کرتے ہیں جو حضرت محمدؐ کو اپنا رہنمای نہیں مانتے ۔ مگر خدا ہمیں رسول اللہؐ کی پیروی کے لئے بلا تا ہے ۔ غرباً کو دو ضرور دو ، اور بیاروں کی خبر گیری کرو ضرور کرو ، یقیوں اور بیاؤں کو دو ضرور دو ۔ شفاخانے قائم کرو ضرور قائم کرو ۔ یتیم خانے قائم کرو ضرور کرو ۔ سکول اور کالج بناؤ ضرور بناؤ ۔ مگر ان سب سے بڑھ کر جو چیز ضروری ہے اسے مسلمانوں نے بھلا رکھا ہے، ہاں ابھی تک احمدیوں نے بھی بھلا یا ہوا ہے۔ وہی چیز سب پر مقدم ہے ۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے یہی معنی ہیں کہ دینیوی اصلاح اور جسمانی رنگ کی خدمات کے کام پر دینی رنگ کی خدمات کو مقدم رکھوں گا ۔ سب سے پہلے تبلیغِ اسلام کی فکر کرو ۔ اس کے بعد دوسرے سب فکر کرو ۔ جماعت کی ترقی کی فکر کرو ۔ شفاخانے بنانے کی فکر کرو ۔ مگر سب پر مقدم اس بات کو کرو کہ تمہارے مالوں کا ایک خاص حصہ قرآن کو دنیا میں پہنچانے کے لئے ، تبلیغ دین کے مرکز قائم کرنے میں لگے ۔ میں جانتا ہوں جس دن احمدیہ جماعت کو یہ بات سمجھ آجائے گی ، خدا نے ان میں سے بعض کو اتنا مال دیا ہے کہ ایک ایک آدمی ایک ایک تبلیغ کا مرکز قائم کر دے گا ۔

اے خدا تو اس جماعت کے دلوں میں اس کام کی اہمیت
کا احساس پیدا کر اور انہیں یہ توفیق دے کہ وہ اُس
کام کے لئے دیوانہ وار نکل پڑیں جو رسول اللہ ﷺ کا
اصل کام تھا یعنی دعوتِ ایلی الاسلام ۔

وَلِلّٰهِ الْحُكْمُ سُبْلَةٌ فَإِنَّ رَبَّهُمْ لَهُمَا

|| ہماری دیگر مطبوعات ||

قرآن پاک کا انگریزی ترجمہ مع تفسیر از حضرت مولانا محمد علی لاہوری علیہ الرحمۃ

☆ مفسر قرآن مولانا عبدالمadjد ریاضادی صاحب ”

”مولانا محمد علی صاحب نے قرآن کا انگریزی ترجمہ کر کے اسلام کی جو مہم بناشان خدمت سرانجام دی ہے اس کا اعتراف نہ کرتا سورج کی روشنی سے انکار کرتا ہے۔ اس ترجمہ کی بدولت نہ صرف ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام کے دامن میں پناہ لی بلکہ ہزاروں مسلمان بھی اسلام کے زیادہ قریب آگئے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں نہایت مسروت سے اعتراف کرتا ہوں کہ یہ ترجمہ ان چند کتابوں میں سے ہے جو چودہ پندرہ سال پہلے، جب میں ظلمتوں اور دہریت کی گہرائیوں میں بھٹک رہا تھا، میرے لئے شیعہ بداشت بن کر آئیں اور مجھے اسلام کا راستہ دکھایا۔“

☆ زمیں الاحرار مولانا محمد علی جوہر صاحب ”

” یہ انگریزی زبان میں نہایت ہی صحیح ترجمہ ہے۔ جس میں معلومات سے بھرے ہوئے نوٹ درج ہیں۔ جو قرآن کریم کی تفاسیر اور حکیم یہود و نصاریٰ کے گھرے مطالعہ پر مبنی ہیں ۔۔۔ یہ ترجمہ اور اس کے حوالی اس زبر کا نہایت ضروری ترقیات ہیں جو سیل راڑوں میں اور پامر جیسے انگریزی متر جگین کے فٹ نوٹوں میں پایا جاتا ہے۔“

بيان القرآن (قرآن پاک کی اردو تفسیر مع مکمل حل لغات) از حضرت مولانا محمد علی لاہوری علیہ الرحمۃ

☆ مدیر محترم ماہنامہ ”اسوہ حسنہ“ میرٹھ

” یہ تفسیر ۔۔۔ موجودہ زمانہ کی بہترین مذہبی تصنیفات میں شمار ہونے کے قابل ہے ۔۔۔ مولوی صاحب نے ضرورت و قیة کو مدنظر رکھ کر قرآن حکیم کے حقائق عالیہ پر نہایت خوبی سے روشنی ذالی ہے ۔۔۔ اس تفسیر میں مناسب موقع ان شکوک و شبہات کے بھی شانی جواب دیئے گئے ہیں جو جدید تعلیم یا سمجھت کے اثر سے ناواقف مسلمانوں کی طبیعتوں میں پیدا ہوتے یا غیر اقوام کی جانب سے کئے جاتے ہیں ۔۔۔ اسی طرح جو لوگ اس مقاطلہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ قرآن مجید کی تعلیمات حضن روحاںی دائرہ تک محدود ہیں اور معاشرتی اور تمدنی یا سیاسی امور سے انہیں کوئی تعلق نہیں، اس تفسیر کے مطالعہ سے انکی غلط فہمیاں بھی بہت کچھ رفع ہو سکتی ہیں ۔۔۔ زبان سلیس اور اسان ہے اور اس میں مولویاتہ الجھن نہیں ہے۔ جس سے ٹھوڑی تقابلیت رکھنے والے کو مطلب سمجھنے میں دقت ہو۔“

☆ مفسر قرآن مولانا عبدالمadjd ریاضادی صاحب ”

”بھیثت مجموعی بڑی تامل قدر تفسیر ہے۔ اسلام اور قرآن کی حقانیت کا نقش دل پر ثابت کر دینے والی۔“